مکتوباتِ امامِ ربانی میں سیرت کے نقوش

Reflections of Seerah in the Maktubat of Imam Rabbani

محمد سلیم

ایم فل سکالر، شعبہ سیرت سٹڈیز، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

Abstract

This research article explores the profound dimensions of the Prophetic biography (Seerah) as depicted in the Maktubat of Imam Rabbani, the seminal collection of letters by the eminent 17th-century Sufi reformer, Sheikh Ahmad Sirhindi (Mujaddid Alf Thani). The study elucidates how the Sufis of the Indian subcontinent integrated the life and teachings of Prophet Muhammad (PBUH) into their spiritual and intellectual frameworks, moving beyond mere historical narration to emphasize moral and transformative aspects. Through a thematic analysis of the Maktubat, the author examines key theological and historical subjects, including the Finality of Prophethood (Khatm-i-Nubuwwat), the universality of the Prophetic mission, and the significance of major military expeditions such as the Battles of Badr and Uhud.

Furthermore, the paper highlights Imam Rabbani's discourse on the miraculous events of the Prophet's birth, the spiritual status of the Ahl al-Bayt and Companions, and the exemplary character of the Prophet (PBUH), particularly his patience, generosity, and social ethics. The research concludes that the Maktubat serves as a vital pedagogical tool, guiding believers toward the synthesis of spiritual love (Ishq) and rigorous adherence to the Prophetic Sunnah (Ittiba'), which Imam Rabbani identifies as the cornerstone of Islamic revival and individual salvation.

Keywords: Maktubat-i-Imam Rabbani, Sheikh Ahmad Sirhindi, Mujaddid Alf Thani, Seerah Studies, Sufism in the Subcontinent, Khatm-i-Nubuwwat, Ittiba-i-Sunnah.

سیرتِ نبوی اسلامی فکری اور روحانی روایت کا بنیادی ستون ہے۔ برصغیر پاک وہند کے صوفیاء نے سیرت کے باب میں نہایت گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی تحریروں میں سیرت صرف تاریخی یا روایتی انداز تک محدود نہیں ہے بلکہ روحانی، اخلاقی اور تربیتی پہلوؤں کا بھی احاطہ کرتی ہے۔ صوفیاء کرام نے اپنے مریدین اور عام مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے محبت، اطاعت اور اتباع کا عملی درس دیا جس کا اظہار ان کی نثر و نظم دونوں میں نمایاں طور پر ملتا ہے۔ ان کی تصانیف نہ صرف عشقِ رسول کی عکاس ہیں بلکہ اتباعِ رسول کی آئینہ دار بھی ہیں۔ یہ مضمون جائزہ لیتا ہے کہ برصغیر کے

صوفیاء نے سیرتِ نبوی کو اپنے فکری اور روحانی نظام میں کیسے جذب کیا اور اسے کس طرح عوام الناس تک عام فہم انداز میں پہنچایا۔ اس ضمن میں برصغیر کے نامور صوفی شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الفِ ثانی کے مکتوبات میں موجود چند سیرت کے نقوش پر مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

مکتوباتِ امام ربانی اسلامی تاریخ کی عظیم روحانی اور علمی شخصیت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کے خط وکتابت کا مجموعہ ہے۔ یہ ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں امامِ ربانی کی طرف سے مختلف افراد، مشائخ، مریدین، تاجر، علماء، مفتیانِ کرام، سیاسی شخصیات اور نامور خوانین کو لکھے گئے خطوط موجود ہیں۔ یہ خطوط مختلف موضوعات پر مبنی ہیں جن میں دینی مسائل، اخلاق وتصوف، سیاسی حالات، اصلاح، معاشرہ اور قیمتی نصائح شامل ہیں۔ امامِ ربانی کی زبان سادہ، بلیغ اور اثر انگیز ہے۔ ان خطوط میں مسلمانوں کو درپیش چیلنجز اور ان کے حل کے عملی مشورے موجود ہیں۔

مکتوباتِ امام ربانی میں سیرت کے نقوش

ختم نبوت کا تذکرہ

قرآن کریم کی کئی آیات سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر رسالت ثابت ہے۔ متعدد احادیث میں آپ ﷺ نے مختلف تمثیلات کے ذریعے ختم نبوت کے تصور کو واضح فرمایا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے نبوت کو ایک محل سے تشبیہ دے کر خود کو اس کی آخری اینٹ قرار دیا۔ اس تمثیل کا مدعا یہ ہے کہ قصرِ نبوت مکمل ہو چکی ہے، اب اس میں مزید ایک اینٹ کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے "لا نبی بعدی" کے واشگاف الفاظ کے ذریعے ہر قسم کی امکانِ نبوت کی نفی فرمائی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے جھوٹے مدعیان نبوت کی پیشگی اطلاع دے کر ختمِ نبوت کے تصور کو اذہان میں مرسوم کیا۔ جہاں تک ختمِ نبوت کی حکمتوں کا تعلق ہے تو یہ وحدتِ عقائد اور وحدتِ ارکان کی ضامن ہے۔ ختمِ نبوت میں امت کی حفاظت وبقا کا راز مضمر ہے۔ یہ اتمامِ دین کا مظہر ہے۔ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ختم نبوت کے بارے میں فرماتے ہیں؛

باید دانست کہ نبوت ختم بر خاتم الرسل شدہ است علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات[1]۔(یہ بات جان لینی چاہیے کہ نبوت کا سلسلہ آپ کی ذات اقدس پر ختم ہو گیا ہے۔)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر رسالت کا تذکرہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات ہر قوم اور ہر مخلوق کے لیے ہدایت اور خیر کا سرچشمہ ہیں۔ آپ ﷺ کی رسالت صرف ایک قوم، نسل، علاقے یا زمانے تک محدود نہیں ہے بلکہ پوری انسانیت اور حیوانات وجمادات کو محیط ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہر زمان ومکان، ہر قوم وملت کے لیے رحمت، ہدایت اور فلاح کا پیغام ہے۔ آپ کی تعلیمات آفاقی ہیں۔ انس وجن، حجر و شجر حیوانات وجمادات سب آپ کے مطیع اور فرماں بردار تھے۔ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے آپ کی عالگیر رسالت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے؛

ہیچ جائی یابد کہ دعوتِ پیغمبری بایشان نرسیدہ است بلکہ محسوس میگردد کہ دررنگ آفتاب ہمہ جانور دعوت اوعلیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام رسیدہ است حتی کہ در یاجوج وماجوج نیز کہ سد حائل دارند[2]۔(اس دنیا میں کوئی ایسی ذی شعور مخلوق نہیں جنہیں آپ ﷺ کی دعوت نہ پہنچی ہو بلکہ اس عالَم رنگ وبو کے تمام جانوروں کو بھی آپ ﷺ کی دعوت پہنچ چکی ہے یہاں تک کہ مضبوط بندش میں مقید یاجوج وماجوج کو بھی آپ کی دعوت پہنچ چکی ہے۔)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد کا تذکرہ

قرآن مقدس میں جہاد کو ایک اہم اسلامی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کی مختلف آیات جہاد کے اصول، مقاصد، شرائط اور حدود کو واضح کرتی ہیں۔ جہاد کا اصل مقصد دین کی سربلندی ہے۔ محدثین کرام نے غزوات کی نہ صرف تفصیل بیان کی بلکہ ان سے شریعت کے احکام بھی اخذ کیے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عسکری مہمات کو سیرت نگاروں نے مغازی کے

---

[1] مکتوبات امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی (ت1034ھ) ج1، ص299، م260، ن، مطبع نول کشور، کانپور، س، ن۔
Maktubate Imam Rabbani, Mujadid Alfe Sani(D,1564A.D)V1,P299,L,260,P, Nowl Kishwar, Kanpur.
1 مکتوبات امام ربانی، ج1، ص284، م259۔ / Maktubat e Imam Rabbani, V1, P284, L259.

عنوان سے معنون کیا ہے۔ جن میں غزوات اور سرایا کی تفصیلات، جنگوں کے پس منظر، ان کے مقامات، غزوات کی وجوہات، واقعات اور نتائج کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے آپ کے جہاد و قتال کا تذکرہ یوں کیا ہے؛

حق تعالی حبیب خود را علیہ الصلوٰۃ والتحیہ مے فرماید﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ [التوبۃ: 73] **۔پس پیغمبر خود را کہ موصوف بخلق عظیم است بجہاد کفار و غلظت بایشان امر فرمود۔ معلوم شد کہ غلظت بایشان داخل خلق عظیم است**[3]۔(اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا۔ پیغمبر جن کی ذات اخلاق عظیم سے متصف ہے کو ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دینا اخلاقِ عظیم میں داخل ہے۔)

ایک اور مکتوب میں حضرت شیخ لکھتے ہیں؛

جہاد با کفار و غلظت بر ایشان از ضروریاتِ دین است[4]۔(کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا ضروریاتِ دین میں داخل ہے۔)

رؤیت باری تعالی

واقعہ معراج میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خصوصی مقامات ومشاہدات عطا ہوئے جن کی حقیقت تک انسانی عقول کی رسائی ممکن نہیں۔ ان مقامات اور شئون میں ایک مقام رؤیت باری بھی شامل ہے۔ اس سے آپ ﷺ کے مقامِ قرب کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز یہ معجزہ چونکہ آپ ﷺ کی انفرادیت ہے اس لیے رؤیت باری تعالی بھی آپ ﷺ کے خصائص میں شامل ہے۔ شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛

لیکن ہر گاہ سید البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام در شب معراج بدولت رؤیت مشرف شدہ باشد[5]۔(معراج کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیدار الہی کی دولت سے مشرف ہوئے تھے۔)

2 نفس مصدر، ص،165، ج،1، م،163۔/ Ibid. V1, P165, L163.

3 نفس مصدر ج1، ص،193، م193۔/ Ibid. V1, P193, L193.

1 مکتوبات امام ربانی، ج3، ص13، م8۔/ Maktubate Imam Rabbani, P13,V3,L8.

بیعت رضوان کی فضیلت کا تذکرہ

بیعت رضوان کا واقعہ 6 ہجری میں پیش آیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ مکۃ المکرمۃ سے عمرہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ قریش نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش سے مذاکرات کے لیے اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ جب ان کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے بیعت لی۔ بیعت رضوان صحابہ کرام کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر مشروط وفاداری کا مظہر ہے۔ نیز یہ بیعت اسلامی ریاست کے سیاسی و عسکری اصولوں کی امین ہے۔ اس بیعت نے مسلمانوں کے اتحاد، مشاورت اور اجتماعی نظم و نسق کی عملی تصویر پیش کی۔ بیعت رضوان صلح حدیبیہ اور فتحِ مکہ کی تمہید بنی۔ احادیث میں بیعتِ رضوان کے بہت سارے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے بیعت رضوان کی فضیلت ان الفاظ میں بیان کی ہے؛

و نیز بہ بیعت رضوان مشرف اند کہ جمیع اہل آن بیعت باحادیث صحاح از اہل ہستند[6]۔ (یہ بیعت رضوان کی فضیلت سے متصف ہے۔ اس بیعت کے تمام شرکاء صحاح ستہ کی احادیث کی روشنی میں جنتی ہیں۔)

غزوہ بدر اور غزوہ احد کا تذکرہ

غزوہ بدر اور غزوہ احد سیرتِ نبوی کے دو بنیادی اور تاریخی معرکے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی اجتماعی تربیت اور مدینہ کی ریاست کی تشکیل پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ غزوہ بدر نے مسلمانوں کو غلبہ اسلام کی بشارت دی جبکہ غزوہ احد نے انہیں تربیت، استقامت اور داخلی کمزوریوں سے نمٹنے کا شعور عطا کیا۔ ان دونوں غزوات نے امت مسلمہ کو یہ درس دیا کہ کامیابی اور آزمائش دونوں میں ثابت قدم رہنا چاہیے۔ اس بابت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں؛

---

1 نفس مصدر، ج3، ص74، م24۔ / Ibid. V3 P74,L24.
2 نفس مصدر، ج2، ص418، م99۔ / Ibid. V2, P418, L99.

گاہے غلبہ ازینجانب بودو گاہے ازان جانب۔ در جنگِ بدر نصرت از جانب اہل اسلام بودہ است و در جنگِ احد اہل کفر غلبہ نمودہ اند[7]۔(کبھی کفار کو جنگ میں غلبہ حاصل ہوتا اور کبھی مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوتی۔جنگِ بدر میں اہلِ اسلام کی مددونصرت ہوئی اور جنگِ احد میں اہلِ کفر کا پلڑا ابھاری رہا۔)

اصحاب بدر کی فضیلت کا تذکرہ

اسلامی تاریخ میں غزوہ بدر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے اس کو حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والا معرکہ قرار دیا ہے۔اس جنگ میں مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت نے کفار کے ایک بڑے لشکر کو شکست دی۔فرشتوں کی ایک جماعت کو اللہ سبحانہ وتعالی نے مسلمانوں کی مدد ونصرت کے لیے بھیجا۔ اس جنگ میں کفار کے بڑے بڑے نامور پہلوان واصلِ جہنم کیے گئے۔70 کے قریب کافر قتل ہوئے اور اتنی ہی تعداد میں وہ قیدی بنائے گئے۔غزوہ بدر میں شرکت کرنے والوں کو اصحابِ بدر کہاجاتا ہے۔ قرآن مقدس نے اصحاب بدر کو السابقون الاولون کا ٹائٹل دیا۔زبانِ نبوت نے بدری صحابہ کے حق میں جنت کی بشارت دی ہے اور ان کی مغفرت کی نوید سنائی ہے۔خلفائے راشدین اصحابِ بدر کے شرف کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ اسلامی ریاست کی تعمیر وترقی کے سلسلے میں ان کی قیادت اور وفاداری سے بھرپور استفادہ کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اصحاب بدر کی رائے کو ترجیح دیتے تھے۔

اصحاب بدر کی فضیلت غزوہ بدر کا ایک اہم عنوان ہے۔اس لیے اصحاب المغازی نے غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد بیان کرنے کا التزام کیا ہے۔ نیز شہدائے بدر کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔اس حوالے سے مغازی موسی بن عقبہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے شہدائے بدر کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ان کے نام، ولدیت، کنیت اور قبیلہ کا تذکرہ کیا ہے۔ شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اصحاب بدر کی دنیاوی واخروی فضیلت کے متعلق لکھتے ہیں؛

وحضرت عثمان کہ در بدر حاضر نبود۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اورادر مدینہ گزاشتہ آمدہ بودند از برائے بیمار داری اہلیہ او کہ بنتِ آنحضرت بودہ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتسلیمات کہ فرمودہ بودند کہ ہرچہ بدریان رافضیلت حاصل شد ترا ہم خواہد

شد[8]۔(سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں شرکت نہیں کر سکے۔ اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ میں قیام کرنے کی اجازت دی تا کہ وہ اپنی اہلیہ جو کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں کی تیمار داری کر سکیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہر وہ فضیلت جو اصحاب بدر کو حاصل ہو گی آپ بھی اس فضیلت کے مستحق ہوں گے۔)

علامات قیامت کا تذکرہ

شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنے مکتوبات میں علامات قیامت کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں؛

علامت قیامت کہ مخبر صادق علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتسلیمات زان خبر دادہ است حق است احتمال تخلف ندارد کہ طلوع آفتاب از جانب مغرب بر خلاف و ظہور حضرت مہدی علیہ الرضوان ونزول حضرت روح اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام وخروج دجال وظہور یاجوج ماجوج وخروج دابۃ الارض ودخانی کہ از آسمان پیدا شود الخ[9]۔(علامات قیامت جن کے متعلق مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، بر حق ہیں۔ ان کے بر خلاف ہونے کا کوئی احتمال ہی نہیں ہے۔ جیسے کہ سورج کا مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہونا، جناب حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظاہر ہونا، حضرت عیسی روح اللہ کا آسمان سے اترنا، دجال کا ظاہر ہونا، یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا، دابۃ الارض کا خروج اور آسمان سے دھوئیں کا ظاہر ہونا وغیرہ۔)

معجزات ولادت کا تذکرہ

انسانی تاریخ کے سب سے عظیم اور بابرکت واقعات میں سے ایک واقعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ہے۔ یہ حق و باطل کے فرق، ظلمت سے نور کی طرف منتقلی اور جہالت سے علم کی طرف ابتداء تھی۔ دنیا کے تمام انقلابات میں سب سے عظیم انقلاب وہ ہے جو رسالت مآب ﷺ کی آمد سے شروع ہوا۔ آپ ﷺ کی ولادت کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا بلکہ یہ ایک الٰہی منصوبہ کی تکمیل اور انسانیت پر اللہ سبحانہ وتعالی کی عظیم ترین رحمت کا ظہور تھا۔

1 مکتوبات امام ربانی، ج3، ص74، م24۔ / Maktubate Imam Rabbani, V3, P74, L2.

2 مکتوبات امام ربانی، ج2، ص132، م67۔ / Maktubate Imam Rabbani, V2, P132, L67

معجزاتِ ولادت سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت اور بعد میں پیش آنے والے وہ غیر معمولی امور ہیں جن سے آپ کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ واقعات انسانوں کے ظاہری مشاہدے اور عقل سے بالاتر تھے۔ جیسے ابرہہ کے لشکر کی تباہی آپ ﷺ کی آمد کی تمہید تھی۔ آپ ﷺ کی آمد سے کعبہ میں موجود بت گر پڑے جو درحقیقت توحید کے غلبہ کا اعلان تھا۔ حضرت آمنہ کے جسم سے نور کا ظہور اس بات کی علامت تھی کی آپ ﷺ کی آمد سے جہالت کی تاریکی ختم ہو گی اور روشنی کا دور دورہ ہو گا۔ شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے ولادتِ باسعادت کے دو معجزوں کا ذکر فرمایا ہے؛

ودر شب ولادت آن سرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام ایوانِ کسری بجنبید وچہاردہ کنگرہ ازان بیفتاد وآتش فارس کہ ہزار سال بود کہ برافروختہ بودند ونمردہ بود[10]۔ (آپ کی ولادت کی رات کسری کے محل کے 14 کنگرے گر گئے۔ فارس کے مجوسیوں کا ایک آتش کدہ جو ہزار سال مسلسل جل رہا تھا آپ کی ولادت کی رات بجھ گیا۔)

درخت کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنا

درخت ایک بے جان مخلوق ہے۔ اس کا اپنی جڑوں سے نکل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا اور رسالت کی گواہی دینا ایک ایسی دلیل تھی جسے کسی عقلی کسوٹی پر پرکھنا ممکن نہیں۔ حجر و شجر اور دیگر جمادات سے متعلق معجزات کے ذریعے کفار و مشرکین پر اتمامِ حجت کیا گیا۔ شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اس معجزہ کے متعلق لکھتے ہیں؛

منقول است کہ حضرت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام روزے براہی میرفتند۔ اعرابی آمدہ معجزہ طلبید تا ایمان آرد۔ آن سرور فرمود علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام آن درخت رابگو کہ پیغمبر ترا میطلبد آن درخت از جای خود جنبیدہ ومتوجہ خدمت آن حضرت شد علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام۔ اعرابی چون اینحال رامشاہدہ نمود اسلام آورد[11]۔ (منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز راستے پر چل رہے تھے، اس دوران ایک اعرابی آیا اور اس نے ایمان لانے کی غرض سے معجزہ طلب

1 مکتوبات امام ربانی، ج2، ص137، م68۔ / Maktubat e Imam Rabbani, V2, P137, L68.

1 نفس مصدر، ج2، ص163، م92۔ / Ibid. V2, P163, L92.

فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس اعرابی سے فرمایا کہ درخت سے کہو کہ پیغمبر آپ ﷺ کو طلب کر رہے ہیں۔ وہ درخت اپنی جگہ سے حرکت کرتا ہوا آپ کی خدمت میں خود حاضر ہو گیا۔ اعرابی نے جب اس معجزہ کا مشاہدہ کیا تو وہ اسلام لے آیا۔)

اہلِ بیت عظام کا تذکرہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا سب سے پہلا اور حقیقی عکس اہل بیت کی زندگیاں ہیں جس میں محبت، وفاداری، تقوی اور جہدِ مسلسل کی اعلی ترین مثالیں ملتی ہیں۔ اہلِ بیت نے ہر مرحلے پر رسول اکرم صلی اللہ علہ وسلم کی سنت کو نہ صرف اپنایا بلکہ اسے امت تک پہنچانے کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ اہل بیت کی سیرت یہ درس دیتی ہے کہ اخلاقی عظمت، روحانی پاکیزگی اور حق پر ڈٹ جانا ہی حقیقی کامیابی کا راستہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اہلِ بیت کی انفرادی خصوصیات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے؛

وانچہ معتقد این فقیر است آنست کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا در علم و اجتہاد پیش قدم است و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا در زہد و انقطاع پیش۔ لہذا فاطمہ را بتول میگفتند کہ صیغہ مبالغہ است در انقطاع و حضرت عائشہ مرجع فتاوی اصحاب است[12]۔ (میرا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم و اجتہاد میں مقدم ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زہد و انقطاع میں مقدم ہیں۔ لہذا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو زہد و انقطاع میں مبالغہ کی وجہ سے بتول کہا جاتا ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اصحابِ فتاوی کے لیے مرجع ہیں۔)

حضراتِ حسنین کریمین سے الفت و محبت کا تذکرہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت و الفت کا پہلو سیرتِ نبوی کا نہایت روشن باب ہے۔ آپ ﷺ ان دونوں نواسوں کو محض اپنے گھر کے افراد کی حیثیت سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ انہیں اپنی آنکھوں کا نور، دل کا قرار اور امت کے مستقبل کے رہنما سمجھتے تھے۔ حضرات حسنین بچپن ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں پروان چڑھے۔ آپ ﷺ ان سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ جب انہیں دیکھتے تو خوش ہو جاتے تھے، ان

---

2 نفس مصدر، ج2، ص131، م67۔ / Ibid. V2, P131, L67.

کی آمد پر ان کا استقبال کرتے تھے، انہیں شوق سے چوم کر اپنے سینے سے لگاتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔ حضرت شیخ سرہندی رحمہ اللہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسنین کریمین سے الفت ومحبت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے؛

منقولست کہ روزی سید البشر علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام تقبیلِ امامین میفرمودند وبہ انبساط تمام بایشان معاشرت می نمودند۔ شخصے از حاضران گفت یارسول اللہ من یازدہ پسر دارم وہر گز ہیچ یکی رابوسہ نکردہ ام۔ حضرت پیغمبر فرمودند علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کہ این رحمتست کہ بر بندہا رحیم خود عطامیفرماید[13]۔(منقول ہے کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ چومے۔ آپ ﷺ کے اس عمل کو دیکھ کر مجلس کے باقی افراد نے بھی ان کی دست بوسی کی۔حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے 11 بیٹے ہیں میں نے کبھی بھی ان میں سے کسی ایک کو بوسہ نہیں دیا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہی تو وہ رحمت ہے جو اللہ سبحانہ وتعالی اپنے رحم دل بندہ کو عطا کرتا ہے۔)

شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اسلام کے وہ عظیم شاعر ہیں جنھوں نے اپنی زبان وبیان کی قوت کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ونصرت کے لیے وقف کر دیا تھا۔وہ مدینہ کے ممتاز شعراء میں سے ایک تھے۔ آپ کا تعلق چونکہ شعراء کے مخضرمین طبقہ سے تھا اس لیے اسلام لانے کے بعد ان کی زندگی کا محور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع بن گیا تھا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنی عمر کا بہترین حصہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کی حفاظت میں صرف کیا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کا منبر اس مقصد کے لیے آپ کو پیش کیا جہاں سے وہ کفار کے طعن وتشنیع کے جواب میں مدحیہ اور ایمان افروز اشعار پڑھا کرتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کلام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ، خصائص، شمائل اور حسن وجمال کا تذکرہ خوب صورت انداز میں جلوہ

1 مکتوبات امام ربانی، ج1، ص350، م272۔/ Maktubat e Imaam Rabbani, V1, P350, L 272.

گر ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اسلام کی فکری و اخلاقی برتری کو شاعرانہ اسلوب میں پیش کیا۔ ان کی سیرت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ قلم و زبان بھی دین کی نصرت میں کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی نے شاعرِ رسول کا تذکرہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے؛

کفارِ قریش چون از کمالِ بے سعادتی در ہجو و نکوہش اہلِ اسلام مبالغہ نمودند۔ حضرت پیغامبر علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام بعضی از شعرائے اسلامیہ امر فرمودند کہ ہجو کفار نگونسار نمایند۔ آن شاعر در حضور آن سرور علیہ و علی آلہ من الصلوات افضلھا و من التسلیمات اکملھا بر بالای منبر می بر آمد و اشعارِ ہجویہ کفار بر ملا میخواند۔ آن سرور میفرمودند کہ روح القدس بادست مادامیکہ ہجوِ کفار میکند[14]۔ (کفارِ قریش نے جب انتہائی بد بختی کے عالَم میں اہلِ اسلام کی ہجو اور مخالفت میں مبالغہ آرائی کی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے شعراء میں سے ایک شاعر کو ابتداءً حکم دیا کہ آپ کفار کی ہجو بیان نہ کریں وہ خود ہی اپنی برائی ظاہر کر دیتے ہیں۔ پھر بعد ازاں وہ شاعر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں منبر پر جلوہ افروز ہوتے اور کفار کی مذمت برملا بیان کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک آپ کفار کی ہجو بیان کرتے رہیں گے روح القدس کی مدد و تائید تب تک آپ کو حاصل رہے گی۔)

خادمِ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

خادمِ رسول کی حیثیت سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کی ذات میں ادب و احترام، بردباری سچائی اور محبت کی وہ خوبیاں پیدا ہوئیں جو بعد میں ان کی زندگی بھر کی پہچان بن گئیں۔ انہوں نے نہ صرف خدمت کی بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال محفوظ کر کے انہیں امت تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ اسی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کثیر الحدیث صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ذکر اس انداز میں کیا ہے؛

در زمانِ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سہ روزہ طاعون واقع شد۔ دورانِ طاعون ہشاد و سہ پسر حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ خادم حضرت پیغامبر بودہ علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات و آن سرور در حقِ او دعا برکت فرمودہ فوت کردند[15]۔ (حضرت

---

1 مکتوبات امام ربانی، ج 1، ص 149، م 139۔ Maktubat e Imam Rabbani, V1, P149, L139.

2 نفس مصدر، ج 2، ص 30، م 16۔ / Ibid. V2, P30, L16.

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں تین روز تک طاعون کی وبا پھیل گئی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے اور آپ نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی جس کی وجہ سے آپ کثیر الاولاد تھے۔ اس وبا میں ان کے 83 بیٹوں اور پوتوں کا انتقال ہوا۔)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر ورضا کا تذکرہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی صبر ورضا کی روشن مثال ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف ابتدائی دعوت کے دنوں میں قریبی افراد، قبیلے اور معاشرتی مخالفتوں کا صبر و تحمل سے سامنا کیا بلکہ اپنے قریبی عزیز واقارب کے فوت ہونے پر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے آپ کے مقامِ صبر ورضا کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے؛

وچون فرزندِ سید البشر ابراہیم نام علیہ الصلوۃ والسلام فوت کرد۔ حضرت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام بروے گریہ کردند محزون گشتنند وفرمودند وإنّا بِفِراقِكَ يا إبراهيمُ لَمحزُونون[16]۔(جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ غم اور حزن کی وجہ سے روئے اور فرمایا اے ابراہیم! تیری فرقت اور جدائی نے ہمیں غم زدہ کر دیا ہے۔)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسنِ معاشرت کا تذکرہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہلِ خانہ، اصحاب اور عام لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آتے تھے۔ آپ ﷺ نے دوسروں کے ساتھ ہمیشہ محبت اور احترام سے پیش آنے کی تعلیم دی۔ کمزوروں اور غلاموں کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی۔ آپ ﷺ نے انتقامی جزبات کی بیخ کنی کی اور ہمشہ عفو و در گزر کے رویوں کو فروغ دینے کی تعلیم دی۔ حضرت شیخ آپ کی معاشرت کے تذکرہ میں لکھتے ہیں؛

ودر معاشرت باخلق با اہل وعیال خیر البشر با اہل وعیال مثل ایشان معاملہ میفرماید۔ اخبارِ حسنِ معاشرت خود علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات مشہورند[17]۔(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ حسن معاشرت اور

---

1 مکتوبات امام ربانی، ج2، ص30، م16۔ / Maktubat e Imam Rabbani, V2, P30, L 16

1 نفس مصدر، ج2، ص30، م16۔ / Ibid. V2, P30, L16.

اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے اسی طرح آپ ﷺ عام لوگوں کے ساتھ بھی اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے۔ اہلِ خانہ کے ساتھ حسنِ معاشرت کے متعلق آپ ﷺ کی احادیث مشہور ہیں۔)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جود وسخا کا تذکرہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت مندوں اور محتاجوں کی حاجت پوری کرنے میں پیش پیش رہتے تھے۔ آپ ﷺ کسی بھی سوالی کو خالی ہاتھ نہیں بھیجتے تھے۔ خود ضرورت مند ہونے کے باوجود دوسروں کی مالی اعانت کرتے تھے۔ جو بھی مال آپ کی ملکیت میں ہوتا تھا رات کو سونے سے قبل راہِ خدا میں صدقہ کر دیا کرتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی آپ کی سخاوت کے متعلق لکھتے ہیں؛

ودر ماہ رمضان آنحضرت علیہ الصلوۃ والتحیۃ رہا میکر دند ہر اسیر را۔ وہر کسے ہر چہ از ایشان سوال میکر د میداند[18]۔ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ میں ہر قیدی کو رہا کر دیتے تھے۔ علاوہ ازیں کوئی بھی شخص جو بھی کوئی چیز آپ ﷺ سے مانگتا تھا آپ اسے وہ عطا کر دیتے تھے۔)

بیعتِ رسول کا تذکرہ

فتح مکہ کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے ایک اہم بیعت لی۔ اس بیعت میں مؤمنین نے اللہ تعالی اور اس کے رسول کی اطاعت کا عہد کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی اس بیعت کے متعلق رقمطراز ہیں؛

این آیت کریمہ در روزِ فتح مکہ نازک شدہ است وآن سرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام چون از بیعتِ رجال فارغ گشت شروع در بیعتِ نساء فرمودہ[19]۔ (سورۃ الممتحنۃ کی یہ آیت فتحِ مکہ کے موقع پر نازل ہوئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مردوں سے بیعت لی پھر بعد ازاں عورتوں سے بیعت لی۔)

---

2 نفس مصدر، ج1، ص63، م45۔ / Ibid. V1, P63, L45.
1 مکتوبات امام ربانی، ج3، ص69، م41۔ / Maktubat e Imam Rabbani, V3, P69, L41.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کا تذکرہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن وجمال نہ صرف جسمانی خدوخال اور خوبصورتی میں ممتاز تھا بلکہ اخلاقی اور روحانی کشش میں بھی بے مثال تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال گھنے اور سیاہ تھے، آنکھیں بڑی اور روشن تھیں، بھنویں خم دار تھیں، قد مبارک میانہ تھا، رنگت سفید سرخی مائل تھی، سینہ مبارک کشادہ تھا، ہاتھ اور پاؤں گوشت سے پر تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی آپ کے حسن وجمال کے متعلق لکھتے ہیں؛

اما دراں نشاۃ حسن حسن وجمال جمال محمدی علیہم الصلوات والتسلیمات کہ محبوبِ خداوند ست جل سلطانہ چگونہ حسن دیگرے را با حسن صفت علم مشارکت کہ حسن او بواسطہ اتحاد ست بمطلوب حسنِ عین مطلوب ست[20]۔ (محمدی حسن وجمال ایسا حسن وجمال ہے جو اللہ سبحانہ وتعالی کے نزدیک سب سے محبوب ہے۔ جب اللہ تعالی نے آپ کو حسن کا کامل درجہ عطا کیا ہے تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ کسی دوسرے حسن کو ان کے حسن کے ساتھ صفتِ حسن میں شریک کیا جاسکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال اس لیے سب سے اعلی ہے کہ وہ اللہ تعالی کی محبت اور قرب کے ساتھ اس درجہ میں متحد ہے کہ آپ کا حسن ہی حقیقی حسن بن چکا ہے۔)

شفاعت رسول کا تذکرہ

شفاعت رسول وہ عظیم نعمت ہے جو اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے اپنے محبوب کو عطا فرمائی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنے امتیوں کے لیے اللہ تعالی کی بارگاہ میں سفارش کریں گے۔ اہلِ کبائر کے حق میں آپ ﷺ کی سفارش کو اللہ تعالی قبولیت کے شرف سے سرفراز فرمائیں گے۔ حضرت مجدد الف ثانی اس شفاعت کے متعلق لکھتے ہیں؛

پیغمبر فرمودہ است علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات شفاعتی لاہل الکبائر من امتی یعنی شفاعتِ مَن اہلِ کبائر راست از امتِ مَن[21]۔ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری سفارش میری امت کے اہلِ کبائر کے حق میں ہوگی۔)

---

2 نفس مصدر، ج3، ص189، م100۔ / Ibid. V3, P189, L100.

1 مکتوبات امام ربانی، ج3، ص27، م17۔ / Maktubat e Imam Rabbani, V3, P27, L17.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا تذکرہ

حضرت مجدد الف ثانی آپ کی باجماعت نماز کے متعلق لکھتے ہیں؛

آں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام اول تسویۃ بصفوف میفرمود بعد ازاں تحریمہ می بست وفرمود علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام تسویہ بصفوف اقامتِ صلوۃ است[22]۔(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے صفیں سیدھی کرنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ اس کے بعد تکبیرِ تحریمہ کہتے تھے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ صفیں سیدھی کرنا اقامت صلوۃ میں داخل ہے۔)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا تذکرہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے آپ کی نماز تہجد کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے؛

حضرت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کہ گاہی سیز دہ رکعت ادا فرمودہ اند۔ وگاہی یازدہ وگاہی ہفت نمازِ تہجد ہمراہ وتر حکمِ فردیت پیدا کردہ است نہ آنکہ دو رکعت قعود را حکم یک رکعت قیام دادہ اند[23]۔(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی 13 رکعات کبھی 11 رکعات اور کبھی 7 رکعات تہجد پڑھا کرتے تھے۔ تہجد کے ساتھ وتر نے ایک طرح کی انفرادیت کا حکم پیدا کر دیا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ 2 رکعت قعود کو ایک رکعت قیام کا حکم دے دیا گیا ہو۔)

مرض وفات کا تذکرہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر مرحلہ امت کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ مرضِ وفات سیرت طیبہ کا آخری باب ہے۔ سول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کا واقعہ سیرتِ طیبہ کا نہایت اہم اور جذباتی باب ہے۔ وفات سے تقریبات 13 دن قبل آپ کو بیماری لاحق ہوئی۔ متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرض کا آغاز 29 صفر 11 ہجری کو ہوا۔ بیماری کا آغاز سر درد سے ہوا۔ آپ نے وارأساہ کے الفاظ سے اس سر درد کی شدت کا اظہار کیا۔ سیرت نگار آپ کے مرض وفات کا تذکرہ اس لیے کرتے ہیں کہ آپ نے شدید تکلیف میں بھی اللہ کی رضا پر صبر کیا۔ کسی سے شکوہ شکایت نہیں

2 نفس مصدر، ج2، ص139، م69۔ / Ibid. V2, P139, L69.
3 نفس مصدر، ج1، ص145، م131۔ / Ibid. V1, P145, L131.

کی۔ آخری وقت تک عبادات کا اہتمام کیا۔ بیماری کے عالَم میں بھی امت کے لیے فکر مند رہے۔ سیرت نگار ان صفات حسنہ کو اجاگر کرنے کے لیے مرض وفات کی تفصیلات ذکر کرتے ہیں۔

مرض وفات کا واقعہ امتیوں کو موت کی تیاری کا سبق دیتا ہے، دین پر استقامت کا درس دیتا ہے، دنیا سے بے رغبتی کا پیغام دیتا ہے اور آخرت کی تیاری کا سبق فراہم کرتا ہے۔ نیز مرضِ وفات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لیے بہت سی اہم نصیحتیں اور وصیتیں کیں جن میں نماز کی تاکید، شرک سے اجتناب اور حقوق کی ادائیگی سر فہرست ہیں۔ حدیث قرطاس بھی مرضِ موت کا ایک ذیلی عنوان ہے۔

شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے حدیثِ قرطاس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے؛

وارثیان قرطاس نمودہ بودند آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتسلیمات در مرض موت طلب فرمودہ بودہ تا از برائے ایشان بنویسد۔ جمعی گفتنند قرطاس باید آورد و جمعی دیگر منع اتیان قرطاس نمودند[24]۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں کاغذ اور قلم طلب فرمایا تاکہ وہ پس ماندگان کے لیے کچھ لکھیں۔ صحابہ کی ایک جماعت نے رائے دی کہ کاغذ اور قلم خدمتِ اقدس میں پیش کیے جائیں جبکہ صحابہ کے ایک گروہ نے اس رائے سے اختلاف کیا۔)

برصغیر پاک وہند کے مایہ ناز صوفی حضرت مجدد الف ثانی نہ صرف خود سیرت کی تعلیمات سے منور تھے بلکہ اپنے مریدین اور شاگردوں کو بھی اسی روشنی کی طرف بلاتے رہے۔ ان کی تحریریں ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ عشقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی وقتی جذبہ نہیں بلکہ یہ ایک مسلسل عمل کا نام ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں ظاہر ہونا چاہیے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم حضرت شیخ کی ان قیمتی تحریروں کو صرف مطالعہ تک محدود نہ رکھیں بلکہ اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ یہی وہ راستہ ہے جو ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائی کی طرف لے کر جائے گا۔

[24] مکتوبات امام ربانی، ج2، ص61، م36۔ / Maktubat e Imam Rabbani, V2, P61, L36.